ششماہی علوم القرآن علی گڑھ ۹/۱، ۲ جنوری۔ دسمبر ۱۹۹۴ء

بنگالی تراجم وتفاسیر قرآن

کتابیاتی مطالعہ

محمد مجیب الرحمن
ترجمہ: محمد صلاح الدین عمری

انسان کی داخلی دنیا کو انقلاب سے دوچار کرنے والی قوتوں میں مذہب کو بلاشبہ اولیت حاصل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مذہبی رشتوں کو ہمیشہ خونی رشتوں پر فوقیت حاصل رہی ہے۔ تاریخ اسلام میں ہم ایک جنگ کے بارے میں پڑھتے ہیں جس میں حضرت ابوبکرؓ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں تھے اور ان کے بیٹے عبدالرحمن مخالف خیمہ میں۔ جس وقت گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، عبدالرحمن کو اتفاق سے اپنے والد کو قتل کرنے کا ایک موقع ہاتھ آگیا لیکن بیٹے کی باپ سے محبت نے ان کو اس مکروہ فعل سے باز رکھا۔ اسلام لانے کے بعد ایک بار عبدالرحمن اپنے والد ابوبکر کی موجودگی میں جنگ کا یہ قصہ بیان کر رہے تھے، اس واقعہ کو سن کر ابوبکرؓ فوراً بول پڑے "میرے پیارے بیٹے اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو تم کو نہ چھوڑتا، کیونکہ تم بت پرست تھے اور میں مسلم"۔[۱]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب انسان کو ایک قطعی مختلف حیثیت عطا کرتا ہے۔ قرآن کا وہ قصہ بھی جو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے[۲] کا اپنے باپ پر ایمان لانے سے انکار کی بات بتاتا ہے، ہمارے اس نقطۂ نظر کی تائید کرتا ہے۔

سارے عالم کے مسلمان، وہ جہاں بھی رہتے ہوں اور جو بھی زبان بولتے ہوں، اس یقین پر پوری طرح متحد ہیں کہ قرآن مذہب کا بنیادی مصدر و منبع ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن محدود معنی میں صرف ایک مذہبی کتاب نہیں بلکہ ان کی زندگی کے لئے ایک مکمل دستور ہے۔ وہ اپنی زندگی کو شریعت کے تابع رکھنے اور اس میں تنظیم قائم کرنے کے لئے جملہ

قوانین کا استنباط قرآن ہی سے کرتے ہیں۔ لہذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ قرآن کو گہرائی سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی مادری زبان میں قرآن کا ترجمہ کرتے ہیں۔

اسی سبب سے دنیا کے مسلمانوں نے جو مختلف علاقوں میں رہتے ہیں اور مختلف زبانیں بولتے ہیں، دورِ رسالت سے ہی، قرآن کے کم از کم چند مخصوص حصوں کو ہی اپنی مادری زبانوں میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ کتاب مقدس کے ترجمہ کے سلسلہ میں عیسائی علماء کا رویہ اس سے یکسر مختلف رہا ہے۔ ہزاروں سال قبل بائیبل کا ترجمہ فرانس میں اشارد نامی ایک نابینائی نے حاشیہ پر کیا تھا، اس غیر مقدس عمل نے اس وقت کے لوگوں کو اس حد تک غضبناک کر دیا تھا کہ انھوں نے اسے نذر آتش کر دیا۔ اسی طرح ولیم ٹنڈل کو ۱۵۰۵ء میں اسی (بائیبل کا ترجمہ کرنے کے) جرم میں نہ صرف پھانسی دی گئی بلکہ اس کی نعش کو سپردِ آتش کر کے راکھ کر دیا گیا تھا[۲]

قرآن چونکہ ایک مذہبی کتاب اور مکمل نظام حیات ہے، لہذا سارے عالم میں اس کو (اپنی زبانوں میں) ترجمہ کرنے کی ضرورت کو مسلمانوں نے محسوس کیا، جس کے نتیجہ میں قرآن کو دو سو سے زائد زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ چنانچہ قرآنی تراجم کا ذخیرہ اتنا عظیم اور ضخیم ہے کہ فرد واحد اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

دنیا کے مسلمانوں نے جو مختلف خطّوں میں رہتے ہیں اور مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ دورِ رسالت سے ہی قرآن کے کم از کم بعض حصوں کو اپنی مادری زبانوں میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کی اہم تعلیمات کو سمجھ سکیں۔

مثال کے طور پر السرخسی نے اپنی مبسوط میں واضح طور پر تذکرہ کیا ہے کہ ایران کے باشندوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط لکھ کر درخواست کی تھی کہ آپ ان کے لئے حضرت سلمان فارسیؓ۔ جو آپؐ کے صحابہ میں تھے[۳] کو فارسی زبان میں قرآن کو ترجمہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ چنانچہ سلمان فارسیؓ نے ایرانیوں کو سورہ الفاتحہ کا فارسی ترجمہ ارسال کیا تھا۔ اس حیثیت سے فارسی زبان کو اولیت حاصل ہے کہ اسی میں قرآن

کا سب سے پہلا ترجمہ وجود میں آیا۔ دوسرا نمبر غالباً ہندی زبان کا ہے جس میں قرآن کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

بزرگ بن شہریار (م۔ ۹۶۱ء) نے اپنی کتاب عجائب الہند میں قرآن کے ایک ترجمہ و تفسیر کا ذکر کیا ہے، جس کو ۲۷۰ھ مطابق ۸۸۳ء میں ایک عالم نے کشمیری بادشاہ کے لئے تیار کیا تھا، یہ عالم عراق میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی تعلیم و تربیت سندھ میں عربوں کے دارالسلطنت منصورہ میں ہوئی تھی۔ ہندوستان کی قدیم ہندی زبان میں غالباً اس ترجمہ کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے مترجم کا نام معلوم نہ ہو سکا۔[۵] لیکن مذکورہ حوالہ کی روشنی میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ کشمیر میں شمالی پنجاب کے بادشاہ مہروک بن رائق نے اس وقت کے المنصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر الہباری سے قرآن کو ترجمہ کئے جانے کی اپنی دیرینہ خواہش کا اظہار کیا تھا تو عبداللہ نے اس مترجم کو مہروک بن رائق بادشاہ کے پاس بھیجا۔ جس نے بادشاہ کے ساتھ مسلسل تین برس گذار کر قرآن کو ابتدا سے سورہ یٰسین تک قدیم ہندی زبان میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ وہ بادشاہ کے سامنے ترتیب وار اس کو پڑھتا بھی جاتا تھا، اس طرح جب وہ آیت قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ کے ترجمہ تک پہونچا تو مہروک اس کی کیفیت و معنویت سے اتنا متاثر ہوا کہ فوراً اپنے تخت سے نیچے آکر فرش پر جھک گیا اور پورے اخلاص سے اللہ کے وجود کا احساس اس کے اندر پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔[۶]

ابن جریر طبری (م۔ ۳۱۰ھ) کی ضخیم اور وقیع عربی تفسیر سب سے پہلے ۳۶۵ھ میں فارسی میں ترجمہ کی گئی اور اس کے بعد ترکی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔ فارسی ترجمہ کا ایک قدیم مخطوطہ رضا لائبریری رامپور (ہندوستان) میں محفوظ ہے، اور ترکی ترجمہ کا مخطوطہ ایاصوفیا لائبریری میں محفوظ ہے۔[۷]

برصغیر ہند و پاک بھی ایسے ممتاز علماء کو پیدا کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہا جنھوں نے قرآن کے تراجم و تفاسیر کے میدان میں قابل ذکر کارنامے انجام دیئے۔

مثال کے طور پر ہم علامہ شمس الدین دولت آبادی ثم دہلوی کا نام لے سکتے ہیں، جو جون پور کے ابراہیم شرقی کے روشن دور کے ہیں اور جنھوں نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ کیا تھا۔ مختلف ممالک میں متعدد دوسرے علما نے اسی طرح کے کارنامے انجام دئے۔ چنانچہ قرآن کے قدیم فارسی تراجم و تفاسیر کی تعداد دو سو پچاس سے متجاوز ہے۔[۸]

فارسی کے نقش قدم پر ترکی زبان میں بھی اسی طرح کی کوششیں ہوئیں۔ گیارہویں صدی سے ترکی زبان میں قرآن کے ستّر سے زائد ترجمے کئے گئے، جو سیکڑوں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔[۹]

بنگالی زبان بولنے والے مسلمان، جن کی تعداد ۱۲۰ ملین ہے، دوسری زبان بولنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کے مقابلے میں اس میدان میں کسی قدر پیچھے رہ گئے۔ اس صورت حال کے لئے بہت سے عوامل ذمہ دار ہیں جن میں سے ہم یہاں صرف دو کا ذکر کریں گے۔

اول، ہندوستان میں مسلم حکمرانی کے دوران اور اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر تک بنگالی مسلمانوں کی سرکاری اور ثقافتی زبان فارسی رہی، اور چونکہ قرآن کے فارسی تراجم کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود اور متداول تھی، لہذا بنگالی زبان میں ترجمہ قرآن کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

دوم، مسلمانوں کا زیادہ محتاط طبقہ ترجمۂ قرآن کے عمل کو قرآنی تقدس کے تئیں عدم احترام اور توہین کے مرادف سمجھتا رہا۔ اس طبقہ کے نزدیک اگر قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کیا گیا تو اس عمل سے قرآن کا مخصوص اسلوب، آہنگ، نغمگی اور تقدس ختم ہوجائے گا۔ ظاہر ہے یہ بہت مشکل امر ہے کہ قرآن کو اس کے اصل طرز بیان، اسلوب، اور نغمگی کو باقی رکھتے ہوئے ترجمہ کیا جاسکے، اسی بنا پر بنگالی مسلمانوں نے اپنی مادری زبان میں قرآن کے ترجمہ سے اجتناب کیا۔

مارماڈیوک پکتھال نے درست کہا ہے "قرآن کو ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔۔۔۔۔وہ (ترجمہ) کبھی بھی عربی قرآن کا مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس سے یہ مقصود ہے۔[۱۰] اس

مسئلہ پر ایک تفصیلی بحث محمد اسد نے اپنے مقالہ "قرآن کے تراجم اصل حسن کی ترسیل کیوں نہیں کر پاتے" میں کی ہے[۱۱] خلیفہ اسحٰق الشریف نے بھی اپنے مقالہ "کیا قرآن کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے" میں اس مسئلہ پر تفصیل سے گفتگو کی ہے[۱۲]

ان حالات میں ۱۸۸۰ء تک کسی بنگالی مسلمان نے پورے قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کرنے کی جسارت نہیں کی۔ ۱۸۸۱ء میں جب ایک غیر مسلم بنگالی گریش چندر سین نے پورے قرآن کا بنگالی ترجمہ شائع کیا تو ایک قدامت پرست مسلمان نے اس کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی تک دے ڈالی۔ بیسویں صدی کے آغاز تک عوام کا یہی رویہ رہا، جیسا کہ مولوی تسلیم الدین (۱۸۵۲ء—۱۹۲۷ء) اور مولوی ابو الفضل عبد الکریم (۱۸۷۵ء—۱۹۴۷ء) نے اپنے ترجموں کے مقدموں میں بیان کیا ہے۔[۱۳]

مذکورہ بالا صفحات میں ہم نے بنگالی مسلمانوں کے عام رویہ پر گفتگو کی ہے۔ لیکن بنگال کے مختلف خطّوں میں چند علماء ایسے بھی تھے جو اس سلسلہ میں مختلف نظریہ رکھتے تھے اور جنھوں نے چوری چھپے اپنی مادری زبان میں قرآن کو ترجمہ کرنے کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا اب تک ہم پانچ ایسے علماء کا پتہ چلا سکے ہیں جو گریش چندر سین کے پیش رو تھے اور جنھوں نے قرآن کے منتخب حصوں کے ترجمے شائع کئے تھے۔

دوبھاشی بنگالی زبان میں قرآن کریم کے تیسویں پارے کا سب سے پہلا ترجمہ امیر الدین باسونیا Basunia کا ملتا ہے۔ موضع موتک پور، ضلع رنگ پور (بنگلہ دیش)، کے مرحوم امیر الدین باسونیا کے سر ہے۔ امیر الدین باسونیا نے اپنے اس کام کو ۱۸۰۰ء میں یعنی گریش چندر سین سے اسّی سال قبل شائع کیا تھا۔ لیکن اب اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ ترجمہ ایک قدیم لیتھو پریس میں چھپا تھا۔ جس کے حروف غالباً لکڑی کے تھے، اس کے نسخے بھی بہت کم تھے۔ چنانچہ شائع ہونے کے کچھ دنوں کے بعد ہی نایاب ہو گیا تھا۔ معتبر ذرائع سے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ انیسویں صدی کے اواخر تک اس کے صرف دو نسخے موجود تھے۔ ایک تو چٹاگانگ کے منشی عبد الکریم (۱۸۱۹ء—۱۸۵۳ء) کی تحویل میں تھا اور دوسرا کا کنیا، ضلع رنگ پور کے شاعر فضل الکریم (۱۸۸۲ء—۱۹۳۶ء) کے پاس

تھا[۱۴] لیکن یہ بھی تغیرات زمانہ کی نذر ہو گئے۔

امیر الدین باسونیا کے بعد مرزا پور، پتوار باگھم کلکتہ کے غلام اکبر علی[۱۵] اور چٹاگانگ کے خوندکر میر واحد علی کا نام آتا ہے۔ ان دونوں عالموں نے دوبھاشی بنگالی میں پارہ عم کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔[۱۶] اگرچہ دونوں ترجمے ایک ہی سال یعنی ۱۸۶۸ء میں شائع ہوئے لیکن دونوں ایک دوسرے سے خاصے مختلف ہیں۔ آخرالذکر ترجمہ چٹاگانگ یونیورسٹی کی لائبریری میں اور اول الذکر ڈھاکہ کے ہفتہ وار عرفات کے دفتر میں موجود ہے۔ اور مجھے دونوں کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔ اول الذکر ترجمہ کے ایک ناقص نسخہ کو کھلنا (بنگلہ دیش) کی ایک ادبی شخصیت نے دریافت کیا تھا۔ یہ منظوم بنگالی ترجمہ ہے اور اسے ۱۸۶۸ء میں احمدی پریس سے اصغر حسین نے شائع کیا تھا۔

۱۸۷۲ء میں ٹیگوریہ (جو غالباً جیسور میں ہے) کے کسی نصیر الدین احمد نے کلکتہ سے 'نعمت خدا' کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا تھا۔ اس رسالہ میں قرآن کی منتخب آیات کے فضائل وخصائص پر گفتگو کی گئی ہے۔[۱۷] لیکن مذکورہ بالا مترجم نصیر الدین کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔

نصیر الدین کے بعد راجندر ناتھ مترا کا نام آتا ہے۔ لیکن انھوں نے صرف سورۃ البقرہ کا ترجمہ کیا تھا۔ اس ترجمہ کے پہلے حصہ کا پہلا ایڈیشن خود مترجم نے کلکتہ سے ۱۸۷۹ء میں شائع کیا تھا اور اس کی طباعت کا اہتمام ہر چندر رائے نے کیا تھا۔[۱۸] اس ترجمہ کے سلسلہ میں بنگال لائبریری کے فہرست ساز Cataloguer نے اظہار رائے کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ مسلمانوں کی (مقدس کتاب) کو ترجمہ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ یہ مسلمانوں کی مقدس کتاب کی پہلی سورہ کو ترجمہ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ لیکن مکمل طور پر درست نہیں بلکہ اس میں غلط معلومات پیش کی گئی ہیں۔ باوجودیکہ مترجم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ متن کا صحیح ترجمہ پیش کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے اسماء وافعال کو آپس میں گڈمڈ کر کے خاصا غلط مبحث کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر صفحہ (۱۵) پر تخلیق آدم (کے بیان) اور زمین پر آنے سے قبل جنت میں آدمؑ کے حصول علم کے بیان میں سخت غلطیاں ہیں۔ اس طرح صفحہ ۱۳ پر (مترجم کا بیان)

قرآنی الفاظ و تراکیب سے مطابقت نہیں رکھتا۔[۱۹]

اگرچہ خیال کیا جاتا ہے کہ گریش سین Girish Sen (۱۸۳۵ء-۱۹۱۰ء) کو بنگالی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنے والوں میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ اور بنگال کے طول و عرض میں ہر مسلم و غیر مسلم اس رائے پر متفق ہے۔ تاہم ہماری تحقیقات کے مطابق ایسا نہیں تھا۔ ان کے والد ہادہب رائے Hadhab Roy اور دادا رام موہن رائے Rammohan Roy فارسی زبان کے ماہر تھے۔ ہادہب رائے نے شیخ سعدی (۱۱۷۵- ۱۲۹۵ء) کی پند نامہ نقل کر کے خود اپنے بیٹے کو پڑھائی تھی۔ گریش سین اپنی تعلیمی زندگی میں کوئی ایسے ہونہار طالب علم نہیں رہے۔ وہ اپنے ہیڈ ماسٹر کی بے رحمانہ پٹائی اور ظالمانہ سختی کے خوف سے اکثر اسکول سے غیر حاضر رہا کرتے تھے۔ اسکول کی تعلیم مکمل ہونے سے قبل ہی گریش سین نے عملی زندگی میں قدم رکھدیا تھا اور تلاش معاش میں اپنے بھائی کاراچندر رائے Kara Chandra Roy کے ساتھ ڈھاکہ چھوڑ کر مومن شاہی آگئے تھے۔ یہاں انھوں نے کچھ دنوں مولوی قاضی عبدالکریم کے دیوان خانہ میں نقل نویس کی حیثیت سے کام کیا، جنھوں نے بعد میں گریش سین کو رقعات عالمگیری پڑھائی۔ ۱۸۷۶ء میں جب ان کی عمر بیالیس سال کی تھی، انھوں نے عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ کا سفر کیا، جہاں ان کی ملاقات ایک ممتاز عالم احسان الٰہی سے ہوئی جنھوں نے ان کو تقریباً ایک سال تک عربی زبان، قواعد اور دینیات کی تعلیم دی۔ اس کے بعد وہ وطن واپس آئے اور نال گولہ Nalgola ڈھاکہ کے مولانا علیم الدین سے قرآن، تفسیر، عربی ادب اور تاریخ عرب کی تعلیم حاصل کی۔[۲۰]

گریش سین اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سخت محنت و مشقت اس لئے کرتے رہے کہ وہ قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر سکیں، لیکن افسوس کہ ان تھک جد وجہد کے باوجود وہ عربی کے اتنے اچھے عالم نہ بن سکے جتنے کہ فارسی، اردو، سنسکرت اور بنگالی وغیرہ زبانوں کے تھے۔ چنانچہ جب اپنے روحانی پیشوا کیشب چندر سین Keshab Chandra Sen کی تجویز و تحریک پر انھوں نے قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا تو ملا واعظ کاشفی (م ۱۲۸۹ء- ۱۸۷۲ء) کی فارسی تفسیر 'تفسیر حسینی' اور

شاہ عبدالقادر (۱۷۵۲ء ــ ۱۸۲۷ء) کا اردو ترجمہ ،ان کے بنیادی مراجع تھے ۔انھوں نے اپنے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں اس بات کا واضح انداز میں اعتراف کیا ہے ۔انھوں نے قرآن کے پہلے جز، کو جو ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے، چارو چندر پریس، شیرپور، مومن شاہی سے ۱۸۸۲ء میں شائع کیا۔ لیکن چونکہ وہ اس پریس کی طباعت سے مطمئن نہیں تھے لہذا وہ باقی دو حصوں کو رمسار باشا بدہان ینترو پریس Ramsarbasha Bidhan yantraor Press کلکتہ سے چھپوانے کی غرض سے ۱۸۸۲ء اور ۱۸۸۶ء کے درمیان کلکتہ منتقل ہو گئے ۔

ان کی توقعات کے برخلاف ،ترجمۂ قرآن نے زیادہ وقت لے لیا اور ۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۶ء تک اس کا سلسلہ جاری رہا ۔یہ ایک جلد میں شائع ہوا جو تین حصوں پر مشتمل تھی اور جس پر مترجم کا نام نہیں تھا۔[۲۲] اس ترجمہ سے سارے ملک میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور بلالحاظ نسل ومذہب ملک کے ہر گوشہ اور ہر علاقہ کے لوگوں نے اس کو خوش آمدید کہا اور یہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا ۔

دوسرے اور تیسرے نظر ثانی اور تصحیح شدہ ایڈیشن بدھان ینترا ،دیو نترا اور منگل گنج مشن پریس سے علی الترتیب ۱۸۹۲ء اور ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئے ۔چوتھا ایڈیشن ۲۸ سال کے بعد ۱۹۳۶ء میں نابو بدھان Nabobidhan پبلیکیشن کمیٹی آرٹ پریس کلکتہ سے مولانا اکرم خاں کے پیشِ لفظ کے ساتھ شائع ہوا ۔پانچواں ایڈیشن ۴۱ سال بعد جھنک پستیکا Jhinuk Pustika ڈھاکہ (بنگلہ دیش) سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا ۔ اس کے بعد ۱۵ اپریل ۱۹۷۹ء کو ممتاز عالم عبدالعزیز الامان نے ۲-۱۲۶ کالج اسٹریٹ مارکیٹ کلکتہ سے اس کو شائع کیا ۔

اس ہندوستانی ایڈیشن میں گریش سین کا ایک بہت اچھا اور مختصر سوانحی خاکہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۔علاوہ ازیں مختلف زبانوں میں قرآنی تراجم کا ایک تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور ساتھ ہی بنگالی زبان میں قرآن کے ترجموں کی ایک فہرست بھی مہیا کی گئی ہے ۔اس کے بعد ۲۵ صفحات پر مشتمل 'دعوتِ قرآن' کے عنوان سے ایک دوسرا مضمون بھی اس میں شامل ہے ۔اس حیثیت سے ممتاز عالم اور ناشر جناب عبدالعزیز الامان نے قرآن کے نصب العین

اور مقصد کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔

یہ تمام ایڈیشن بنگالی قارئین کے نزدیک اس ترجمہ کی مقبولیت پر دلالت کرتے ہیں۔ ترجمہ کی مقبولیت کا اندازہ بنگال کے بہت سے معاصر مسلم علماء کے تعریفی کلمات سے بھی ہوتا ہے۔ ان علماء میں مولانا اکرم خاں (۱۸۶۷ء ـ ۱۹۶۸ء)[۲۳]، آفتاب الدین، ابوالمظفر عبداللہ، احمد اللہ، عبدالعزیز اور مولانا علیم الدین کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ان علماء نے مترجم کو مختلف زبانوں میں تہنیتی خطوط بھیجے، جو کتاب (ترجمہ قرآن) کی مختلف اشاعتوں میں شامل کئے گئے ہیں[۲۴]۔ بعد میں (تعریفی و تہنیتی) خطوط لکھنے والے ان علماء نے گریش سین کو "مولانا" کے قابلِ رشک خطاب سے نوازا۔

کتاب میں شامل ایک انگریزی خط اس طرح ہے:

"قرآن کے بنگالی ترجمہ نگار"، کلکتہ کی خدمت میں

محترم!

ہم نے توجہ اور غور و خوض کے ساتھ، آپ کی قیمتی پیش کش، یعنی قرآن کے بنگالی ترجمہ کے ابتدائی دو حصوں کو پڑھا اور اصل قرآن سے اس کا موازنہ کیا۔ ہماری دلچسپی میں مزید تحریک اس بات سے پیدا ہوئی کہ یہ ترجمہ جو اصل سے قریب تر اور ادبی ترجمہ ہے، عربی جیسی قدیم زبان سے کیا گیا ہے۔ جو دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں اپنی ساخت کے اعتبار سے بڑی حد تک مختلف ہے۔

بحیثیت مسلمان کے ہمارا فرض ہے کہ ہم مصنف کی بے لوث اور وطن پرستی سے معمور اس سعی و کوشش اور ہماری مقدس مذہبی کتاب قرآن کے معانی کو اپنی محنت و کاوش سے عوام تک پہونچانے پر اپنے جذبات تشکر کا اظہار کریں۔

قرآن کے مذکورہ ترجمہ کی اتنی حیرت انگیز کامیابی کے باعث ہم چاہیں گے کہ مصنف کا نام عوام کے سامنے آئے[۲۵]، جن کے لئے مصنف نے اتنی بیش بہا خدمت انجام دی ہے، تاکہ اس کو عوام کی جانب سے ذاتی طور پر احترام و جذبات تشکر کا نذرانہ حاصل ہو سکے۔

آخر میں ہماری حقیر رائے یہ ہے کہ کتاب کے اسلوب کو اگر تھوڑا سا اور سلیس

کر دیا جائے، تاکہ اس کو کم پڑھے لکھے لوگ بھی سمجھ سکیں تو یہ بالخصوص مسلمانوں کے لئے اور بھی زیادہ مفید ہو سکتی ہے۔

جناب والا کے اطاعت شعار

احمد اللہ

سابق عربک سینیر اسکالر، کلکتہ مدرسہ، کلکتہ

عبد الاعلیٰ

عبد العزیز[۲۶]

۲، مارچ ۱۸۸۲ء

ان خطوط اور اس ترجمہ کے بارے میں بنگال لائبریری کا فہرست ساز لکھتا ہے: "ترجمہ نگار نے مختلف مولویوں کی جانب سے موصول ہونے والے خطوط کی ایک معتد بہ تعداد کو اس ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے جن سے اس ترجمہ کی صحت کی تصدیق ہوتی ہے اور وہ اس ترجمہ کو کسی بھی زبان میں قرآن کے دیگر تراجم کے مقابلہ میں زیادہ قابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں۔[۲۷]

بایں ہمہ ایک طبقہ نے اس ترجمہ پر تنقید کرتے ہوئے اس میں متعدد غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ انھوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس ترجمے نے خصوصی طور پر اصطلاحی الفاظ کی تفسیر میں مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے۔[۲۸] چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ گریش سین کے ترجمہ کو پڑھنے سے احتراز کریں۔ اس سلسلے میں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ گریش سین نے بغیر کسی جھجھک کے اپنی بعض غلطیوں اور خامیوں کا اعتراف بھی کیا ہے۔[۲۹]

گریش سین اس حیثیت سے بھی خوش قسمت تھے کہ مسلمانوں کی جانب سے ان کو اس سے کہیں زیادہ ملا جتنا کہ انھوں نے اپنے ترجمہ کی طباعت و اشاعت پر خرچ کیا تھا جس کا اظہار انھوں نے خود کیا ہے۔[۳۰] شاید اسی حقیقت کی بنا پر بنگال لائبریری کے فہرست ساز نے ایک بار اس سلسلہ میں اظہار کرتے ہوئے کہا کہ گریش سین نے مسلم خریداروں سے روپیہ حاصل کیا اور اس کو برہمو مذہب کی تبلیغ میں صرف کیا۔ جس کے نتیجہ میں کوچ بہار اور

بنگال کے بہت سے لوگوں نے برہمو سماج کو قبول کر لیا۔ ان میں ڈھاکہ کے جلال الدین اور بنگڈان Bungdon کے داس غفار اور کچھ وکلا، قابل ذکر ہیں۔ انھیں جلال الدین نے ایک کتب فروش سے (جو ان کے برہمو سماج کو قبول کر لینے سے ناواقف تھا۔) قرآن خریدنے میں گریش سین کی مدد کی تھی۔ ورنہ ایک مسلم کتب فروش قرآن کو کسی غیر مسلم کے ہاتھ بیچنے پر تیار نہ ہوتا۔

اس ترجمہ کے نقائص میں سے ایک نقص یہ ہے کہ گریش سین نے اپنے ترجمہ کے ساتھ اصل عربی عبارت شامل نہیں کی ہے اور نہ اوقاف و رموز اور قرآنی آیات میں دیگر مختصر وقفوں کی علامات کی کوئی فہرست مہیا کی ہے۔

اگرچہ انھوں نے مذکورہ صدر تفسیر حسینی اور شاہ عبدالقادرؒ (۱۷۵۳ء–۱۸۱۴ء) کے ترجمہ کی روشنی میں شانِ نزول اور قرآنی بیانات کے تاریخی پس منظر کو بیان کیا ہے لیکن انتہائی اجمالی انداز میں۔ تفسیر قرآن کے باب میں شانِ نزول ایک بہت اہم عنصر کی حیثیت رکھتا ہے لہذا گریش چندر سین کو اسے زیادہ وضاحت سے بیان کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس (کی وضاحت) کے بغیر قرآن کے اصل اور حقیقی معنی کا ادراک مشکل ہے۔ اور بہت سے قارئین غلط فہمیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

گریش سین کے ترجمہ کی زبان مجموعی طور پر فصیح لیکن کسی قدر کتابی اور سنسکرت آمیز ہے اور اس لئے کسی حد تک ناقابلِ فہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے دو معاصر علماء نے ان کو تعریفی خط لکھا تو نرم اور ہلکے پھلکے انداز میں یہ شکایت بھی کی کہ:

"ہم سمجھتے ہیں کہ کتاب (بنگالی ترجمہ) کے اسلوب کو اگر تھوڑا سا سلیس کر دیا جائے تاکہ اس کو کم پڑھے لکھے لوگ بھی سمجھ سکیں تو بالخصوص مسلمانوں کے لئے اور زیادہ مفید ہو سکتی ہے۔"[۳۲]

تعارفی کلمات میں انھوں نے مختصراً اپنے اختیار کردہ طریقہ، ترجمہ اور مصادر وغیرہ کی وضاحت کی ہے۔ چونکہ پورا قرآن ساتؔ منزلوں میں منقسم ہے، لہذا انھوں نے ابتداء میں ان منزلوں کی فہرست دی ہے۔ اس فہرست میں انھوں نے ہر سورہ کا نام اس کے

بنگالی معنی اور صفحات کی تفصیل بھی دی ہے اور ہر پارہ کا نام بھی الگ سے ذکر کیا ہے۔ یوں وہ آغاز میں ہی خاصی تفصیلات مہیا کر دیتے ہیں۔ تعارفی کلمات کا بقیہ حصہ جن امور سے بحث کرتا ہے وہ ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتۂ اعظم حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کے واسطہ سے قرآن کا نزول کس طرح ہوا۔ مسلمان قرآن کو کس عزت واحترام کی نظر سے دیکھتا اور چھوتا ہے۔ قرآن کی تلاوت اور سننے سے کس قسم کا اجر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کتنی پابندیوں یعنی وضو، دانتوں کی صفائی وغیرہ کا التزام ضروری ہے۔ وہ یہ تفصیل بھی دیتے ہیں کہ کس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جانی چاہیے اور کس سورۃ کے شروع میں نہیں پڑھنی چاہیے۔ مثال کے طور پر سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ اپنی سوانح میں گریش سین نے یہ بھی بتایا ہے کہ اپنے بچپن میں قرآن کو پڑھنا شروع کرنے سے قبل انھوں نے کب اور کس طرح بسم اللہ پڑھی تھی۔

نزول قرآن کی مختصر تاریخ، تدوین قرآن، اسلوب اور محتویات کو بھی گریش سین نے مختصراً تعارفی کلمات میں بیان کیا ہے۔ وہ واضح انداز میں ان عام دشواریوں کا ذکر اور اعتراف بھی کرتے ہیں جو اصل عربی روح کو بنگالی زبان میں باقی رکھنے کے سلسلہ میں ان کو پیش آئیں۔ دونوں زبانیں واضح طور پر اسلوب، تمثیل واستعارات اور جملوں کے آہنگ کے اعتبار سے باہم مختلف ہیں۔

اصل متن کے مفہوم کو بجنسہ دوسری زبان میں لفظ بہ لفظ ادا کرنا نہ صرف مشکل بلکہ حقیقتاً ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں عربی زبان اگرچہ اپنی ہیئت کے اعتبار سے بہت موجز ہے لیکن معنی کے اعتبار سے اتنی ہی وسیع (اور پھیلی ہوئی) ہے۔ ایک ہی مادہ سے مختلف الفاظ مشتق ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا عملاً اس قسم کی زبان سے لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ عام طور پر عربی زبان کے ایک لفظ کے مفہوم کو دوسری زبان میں ادا کرنے کے لیے متعدد الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس طرح سے قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کرنا انتہائی مشکل امر ہے۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں، گریش سین کے ترجمہ (قرآن) کے روشن اور تاریک پہلوؤں کا واضح طور پر ادراک کیا جاسکتا ہے اگرچہ اس ترجمہ میں کئی خامیاں اور غلطیاں ہیں۔

تاہم یہ ایک غیر متنازعہ حقیقت ہے کہ ان کو پورے قرآن کو ترجمہ کرنے کا بیڑا اٹھانے والوں میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ یقیناً کچھ مسلمان مترجموں نے ان سے پہلے بھی اس کام کو شروع کیا لیکن نہ تو وہ مکمل تھا اور نہ مؤثر۔ گریش سین پہلے آدمی تھے جنھوں نے اس دشوار کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ اس لئے انھوں نے نہ صرف مسلم قوم کی عظیم خدمت انجام دی ہے بلکہ مجموعی طور پر بنگالی ادب کی بھی گراں قدر خدمت کی ہے۔ بنگالی زبان میں قرآنی ادب کے میدان میں ان کا پرجوش وجذبہ اور حوصلہ مندی بلاشبہ قابل ستائش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنگالی مسلم صحافت کے بانی اور نقیب مرحوم مولانا اکرم خاں (۱۸۶۷ء – ۱۹۶۸ء) نے اس باب میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا: "بنگالی اسلامی ادب کے میدان میں گریش سین کا یہ بے نظیر استقلال اور استحکام دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہا جاسکتا ہے۔"[۴۳] بنگالی ادب میں ان کی نگارشات کی تعداد بشمول ترجمۂ قرآن تیس سے زیادہ ہے۔ یہ نہ صرف مدت دراز تک بنگالی قارئین کے ذہنوں کو جلا بخشتی رہیں گی بلکہ دورِ حاضر کے سوچنے سمجھنے والے ذہن کے لئے ایک قوی محرک ثابت ہوں گی۔ یقیناً زمانہ ان کو مٹا نہیں سکے گا۔ انھوں نے علم وادب کے اس گوشے میں اس وقت قدم رکھا جب کہ ہندو اسلام کے تئیں شدید بے اعتنائی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور مسلمان تعلیمی اعتبار سے پسماندہ، ستم رسیدہ اور ذلت وخواری کی گہرائیوں میں غرق تھے بلکہ کہنا چاہئے کہ حواس باختہ تھے اس نازک مرحلہ میں گریش سین نے اس خارزار سے گذرنے کے بظاہر ناممکن کام کا بیڑا اٹھایا ترجمۂ قرآن کے علاوہ گریش سین کا ایک اور حیرت انگیز کارنامہ مضامین قرآن Essays on the Quran کی اشاعت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی ورثہ سے واقفیت حاصل کرنے کی ان کی یہ کوشش قابلِ تعریف ہے۔[۴۴]

ایک بنگالی مجلہ بنگا مہر Bangamihir سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۳ء سے اس کے مختلف شماروں کے صفحات میں تاراچرن کا بنگالی ترجمہ شائع ہوتا رہا[۴۵] بعد میں یہ ۱۸۸۲ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ تاراچرن نے اپنے ترجمہ میں بنگالی ترجمہ کے ساتھ اصل عربی عبارت کا بھی التزام کیا ہے۔ اور ترجمہ میں ہر آیت کا سلسلہ وار نمبر بھی دیا ہے۔

اس زمانہ میں مقامی اور غیر ملکی پادریوں نے انتہائی سرگرمی سے عیسائیت کی تبلیغ

اور (بزعم خود) قرآن کی غلط بیانی کا پروپیگنڈہ شروع کیا۔ یہ کام وہ نہ صرف زبانی طور پر انجام دے رہے تھے بلکہ اس کے لئے انھوں نے بہت سے کتابچوں کا سہارا بھی لیا تھا۔ ان مبلغین کے قائد ایچ۔جی۔راؤز H.G. Rouse تھا۔جس کا کتابچہ "فرقان" ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔اور مفت تقسیم کیا گیا۔

موضع سورج گرام ضلع ٹنگیل کے مولانا نعیم الدین کے ترجمہ وتفسیر قرآن کو میر اطہر علی نے ۱۸۸۷ء میں محمودیہ پریس، کراتیا Karatia مومن شاہی سے طبع کرنا شروع کیا[۲۴] مولانا نعیم الدین نے اپنے اس کام کو حصہ وار شائع کیا اور اس طرح پندرہ پاروں کی تکمیل ہوئی۔ ان کی ان کوششوں کو کراتیا کے زمین دار حافظ محمود علی خاں پنی کا فیاضانہ تعاون حاصل رہا ہے ۔ لیکن مولانا کی اچانک رحلت نے اس کام کو مزید آگے بڑھنے سے روک دیا۔مولانا کے باصلاحیت بیٹوں قسیم الدین اور فخرالدین نے اپنے والد کے نامکمل کام کو بطریق احسن تکمیل کے مرحلہ تک پہونچانے کا بیڑا اٹھایا لیکن اپنی غیر معمولی محنت کے باوجود وہ تیئیس[۲۲] پارے ہی مکمل کرپائے تھے کہ ان دونوں کا انتقال ہوگیا، اور یہ کام اب تک تشنۂ تکمیل ہے۔[۳۷]

مولانا نعیم الدین قرآن کا بنگالی ترجمہ شروع کرنے سے قبل شان نزول بتاتے ہیں اور اس کے بعد مکمل عربی عبارت نقل کرنے کے بعد ترجمہ لکھتے ہیں جو واضح اور جلی حروف میں طبع کیا گیا ہے جب کہ تفسیر اور توضیحی حواشی چھوٹے حروف میں ہیں۔ والد (مولانا نعیم الدین) اور بیٹوں (قسیم الدین اور فخرالدین) نے سلیس زبان استعمال کی ہے۔[۳۸] تفسیر جلالین کی عظیم روایت کو جس کی بنیاد استاد عظیم المحلّی (۷۹۱ـ ۸۶۴ھ) نے ڈالی تھی اور جس کو پورے اخلاص سے ان کے جاں نثار شاگرد السیوطی (۸۴۹ ـ ۹۱۱ھ) نے برقرار رکھا تھا۔ ہمارے ملک میں باپ اور اس کے دو بیٹوں پر مشتمل خاندان نے آگے بڑھایا۔

مولانا نعیم الدین کی تصنیفات میں جو تیس کتابوں پر مشتمل ہیں، ترجمۂ قرآن کو شاہ کار کا درجہ حاصل ہے۔ ان کی دوسری کتابیں کسی حد تک مناظرانہ ہیں اور ان میں مصنف کے تعصبات کا انعکاس واضح ہے اور ان میں وہ دوسرے علما، پر تنقید کرتے ہوئے نظر آتے

ہیں۔ اپنی اسی طرح کی بعض نامناسب اور شدید نکتہ چینیوں کے باعث پابنا Pabna کی جیل میں ان کو ڈیڑھ سال قید بھگتنی پڑی۔[۳۹]

اس کے بعد بنگالی زبان میں قرآن پر کام کرنے والوں میں مولوی اکبر الدین دیناج پوری اور ٹنگیل کے الحاج صوفی میاں جان کمالی کا نام آتا ہے جن کی نگارشات کو منشی سمیر الدین اور میر اطہر علی نے بالترتیب ۱۸۸۷ء اور ۱۸۹۳ء میں شائع کیا۔[۴۰]

بنگال میں چار ممتاز اور آزمودہ کار علما، اور ادیب ایسے تھے جو 'سدھاکر گروپ' Sudhakar group سے تعلق رکھتے تھے۔[۴۱] یہ حضرات ہیں مولوی ریاض الدین احمد (۱۸۶۲ء-۱۹۳۳ء) منشی شیخ عبدالرحیم (۱۸۵۹-۱۹۳۱ء)، مولوی معز الدین احمد المعروف بہ مادھو میاں (۱۸۶۴- ۱۹۲۰ء) اور مولوی علاء الدین احمد (۱۸۵۱- ۱۹۱۵ء)، ان لوگوں نے مولانا عبدالحق حقانی (۱۸۵۰- ۱۹۱۵ء) کی اردو تفسیر حقانی، کو بنگالی زبان میں منتقل کرنے کے عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا تھا، لیکن یہ چاروں ممتاز علما صرف تعارفی جلد کو ہی مکمل کرنے میں کامیاب ہو سکے اور اصل اردو تفسیر کی ضخامت کی وجہ سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہونچا سکے۔[۴۲]

آخر الذکر عالم علاء الدین احمد نے 'روح البیان' کے نام سے ایک دوسری تفسیر تالیف کی۔ یہ سورۃ القدر کے ترجمہ اور تفصیلی تفسیر پر مشتمل ہے اور اس کو حافظ میر محمود شاہ نے لوئر سرکلر روڈ کلکتہ سے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا تھا۔[۴۳]

اس سے کچھ پہلے ایک غیر مسلم (عیسائی) فلپ بسواس Philip Biswas نے بنگالی زبان میں مطالعات قرآن پر کام کرنا شروع کیا۔ اس نے ۱۸۹۲ء میں دس ابواب پر مشتمل اہم قرآنی اقتباسات کا ایک انتخاب شائع کیا تھا۔ یہ اس کی کوشش پریشاں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ یہ نامناسب محرکات کے زیر اثر ترتیب دیا گیا تھا، اور اس کو ہر کولیس پریس کلکتہ سے طبع کرا کر سچین ورنا کیولر ایجوکیشن سوسائٹی سے شائع کیا گیا تھا۔ اس کام کا بنیادی مقصد مسیحیت کو سچے مذہب کی حیثیت سے ثابت کرنا تھا۔ چنانچہ اس ترجمہ کو مسلم قارئین میں چنداں مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔

مولانا اکرم خاں (۱۸۶۸-۱۹۶۸ء) کی تفسیر سورۃ الفاتحہ پہلی بار ایک کتابچہ کی شکل میں

ہوک لین، کلکتہ سے، ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی[۴۴] اس کے بعد وہ مستقل تفسیریں لکھتے رہے۔ برصغیر ہند کی جنگ آزادی کی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل شخصیت ہیں، اور بحیثیت ریاست کی زبان کے بنگالی زبان کا دفاع کرنے والوں میں بھی وہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۹۲۱ء میں جب وہ علی پور سنٹرل جیل سے آزاد ہو کر باہر آئے تو ان کے ہمراہ تفسیر پارۂ عم کا ایک مخطوطہ تھا جس کو ان کے بیٹے خیر الانام خاں (۱۹۰۴ء-۱۹۶۳ء) نے کلکتہ سے Karagarer Saogal یعنی 'تحفۂ زندان' کے نام سے شائع کیا۔[۴۵] یہ سوغات ہم کو زمانۂ گذشتہ کے مشہور مفسروں، امام ابن تیمیہؒ (۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)[۴۶]، سید قطب (۱۹۰۵-۱۹۶۶ء)[۴۷] سیٹھ یعقوب حسن مدراسی (۱۸۷۵ - ۱۹۴۰ء)[۴۸] اور مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸-۱۹۵۸ء)[۴۹] ان کی مشہور زمانہ عربی و اردو تفسیروں کی یاد دلاتی ہے، جو ان مفسرین نے قید خانہ ہی میں رقم کی تھیں۔

اس کے بعد اکرم خاں نے بڑے پیمانہ پر کام کرنا شروع کیا اور ابتداءً سے قرآن کی تفسیر لکھنی شروع کی، مختلف سلسلوں میں ڈھاکہ اور کلکتہ سے اسے تین جلدوں میں شائع کیا جو تفصیلی تفسیر، تشریحی و توضیحی حواشی پر مشتمل تھیں۔[۵۰] لیکن جلد ہی ان کو احساس دامن گیر ہوا کہ اس گہرائی اور گیرائی کے ساتھ اس تفسیر کو مکمل کرنے تک زندگی ان کا ساتھ نہ دے سکے گی چنانچہ کسی حد تک مختصر انداز میں انھوں نے دوسرا سلسلہ شروع کیا اور اس کو پانچ حصوں میں ڈھاکہ سے شائع کیا۔[۵۱] اس مختصر سلسلہ کا آخری حصہ سید جعفر علی نے آزاد پریس ڈھاکہ سے ۱۹۵۹ء میں شائع کیا۔[۵۲] اس میں اصل عربی عبارت اور بنگالی ترجمہ ہر صفحہ پر متوازی خانوں میں درج ہے اور ہر صفحہ کے نیچے مختصر توضیحات و حواشی درج ہیں۔

اکرم خاں نے اپنے ترجمہ کو ایسی توضیحات و تشریحات سے مزین کیا ہے کہ اس کی سلاست کی وجہ سے غیر مسلمین تک کے لئے قرآن کے حسن و جمال کو سمجھنا اور اس سے لطف اندوز ہونا آسان ہو گیا۔ اس کام کو اہم عوامی حلقوں سے غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی اور اس کی بنیادی وجہ نقطۂ نظر کی وضاحت اور انداز بیان کی تاثیر ہے۔[۵۳] ترجمہ کی زبان صاف ستھری اور آسان ہے اور اس کے اسلوب کی موزونیت میں بڑی دل کشی ہے لیکن

کبھی کبھی وہ کچھ قابلِ اعتراض تشریحات بھی کرتے ہیں جن کو ہم کسی اور مقام پر تفصیل سے زیرِ بحث لائیں گے[۵۴]

جب ۱۸۷۷ء میں سرچارلس ولکنس Sir Charles Wilkins کی کوششوں سے طباعت متعارف ہوئی[۵۵] اور بنگالی و فارسی، عربی ٹائپ کی سہولتیں پیدا ہو گئیں تو، مذہبی کتب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت میں خاصی آسانیاں ہو گئیں۔ قدیم ترین اردو ترجمۂ قرآن، جس کو مرزا کاظم علی جوان نے ترجمہ کیا تھا، کا مطبوعہ نسخہ ۱۸۰۲ء ۱۸۰۳ء میں جان گلکرسٹ کا طبع کردہ ہے۔

مشنریوں کی جانب سے عیسائیت کی جارحانہ انداز میں تبلیغی کوششوں کے ردِ عمل کے نتیجہ میں بنگالی مسلمانوں نے بھی چند مطابع قائم کیے۔ منشی ہدایت اللہ کو اس سلسلہ میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ ان کے بعد ہگلی کے منشی عبد اللہ کا نام آتا ہے جنھوں نے ۱۸۲۰ء میں کلکتہ میں اپنا مطبع قائم کیا۔ اس مطبع کو اولین بنگالی ترجمۂ قرآن کو طبع کرنے کا شرف حاصل ہے۔

اس سے بھی پہلے، اس طرح کی ایک بڑی نمایاں شخصیت الحاج شریعت اللہ (۱۷۶۴-۱۸۴۰ء) کی ہے جن کی تحریک "فرائضی تحریک" کے نام سے معروف ہے۔ انھوں نے اسلام مخالف عیسائی مشنریوں سے براہ راست مقابلہ آرائی کو اپنا مقصد نہیں بنایا تھا لیکن یہ دعوت ضرور دی کہ مسلمان اپنے مذہبی عقائد کو مضبوط کریں اور اپنے موقف میں استحکام پیدا کریں۔ لیکن نہ تو شریعت اللہ نے اور نہ ان کے بیٹے دادو میاں نے قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی[۵۶] اور اس کام کی سعادت دوسرے علما، کو حاصل ہوئی۔

اس کے بعد مولانا عباس علی (۱۸۵۹-۱۹۳۲ء) ابن منشی تمیز الدین، جو چاندی پور شیرہاٹ ۲۴ پرگنہ کے رہنے والے تھے، کا ترجمہ قابلِ ذکر ہے۔ انھوں نے بونے پکر Bunepukar کلکتہ سے اکتوبر ۱۹۰۷ء میں پارۂ عم کا ترجمہ شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن اسی سال دسمبر میں شائع ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے پورے قرآن کا ترجمہ کیا۔ جس کو ۱۹۰۹ء میں الطافی پریس کلکتہ سے (۹۶۷ صفحات میں) میں طبع کرا کر خود شائع کیا۔ یہ دو لسانی ترجمہ ہے

جس میں عربی متن کے بعد شاہ رفیع الدین (۱۷۴۹ - ۱۸۲۳ء) کا اردو ترجمہ اور پھر ان کا اپنا بنگالی ترجمہ ہے۔ اندرونی اور باہری حاشیوں پر بنگالی اور اردو میں مختصر تفسیر بھی درج کی گئی ہے۔ سرسہ، ۲۴ پرگنہ کے ایم۔ نقیب الدین خاں، جنھوں نے اس کا پانچواں ایڈیشن طبع کیا ہے، نے اپنے دیباچہ میں اس کے چھٹے ایڈیشن کو چھاپنے کی اپنی شدید خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن بظاہر ان کا یہ منصوبہ عملی جامہ نہ پہن سکا۔ خود نقیب الدین نے بعد میں دوسرے لوگوں کے تعاون سے پورے قرآن کا ترجمہ کیا جو ۱۹۳۶ء - ۱۹۳۸ء میں کلکتہ کے مختلف مطابع سے شائع ہوا۔

چندن باڑی، بوڈا، ضلع جلپائی گوڑی کے خان بہادر تسلیم الدین احمد (۱۸۵۲-۱۹۲۷ء) رنگ پور میں وکالت کرتے تھے۔ ان کا ترجمہ پارۂ عم ایم ریاض الدین احمد نے ریاض الاسلام پریس ۱۵۹، کرہیا روڈ کلکتہ سے ۱۹۰۸ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے دیباچہ میں مترجم نے ذکر کیا ہے کہ پورے قرآن کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے جو مناسب موقع پر شائع کیا جائے گا۔ ان کا یہ ترجمہ بغیر عربی متن کے تین جلدوں میں اورنٹیل پرنٹرس اینڈ پبلشرس کلکتہ سے ۱۹۲۲ء، ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔[۵۸]

پادری ولیم گولڈسیک William Goldsake (۱۸۶۲-۱۹۵۰ء) کا ترجمہ ۱۹۰۸ء میں بپٹسٹ مشن پریس، ۴۱۔ لوئر سرکلر روڈ کلکتہ سے قسط وار شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کا آخری حصہ (پارہ عم) ۱۹۲۰ء میں کلکتہ کے اسی پریس سے شائع ہوا۔ اگرچہ آخری انیس پارے آر۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو پیٹگریو R.W.W. Pettigrew نے ترجمہ کئے ہیں لیکن ہر حصہ میں مترجم کی حیثیت سے گولڈسیک کا نام ہی درج ہے۔[۵۹] اس پورے ترجمہ میں یہ ثابت کرنے کی منظم کوشش کی گئی ہے کہ قرآن دروغ گوئی، تحریفات اور من گھڑت باتوں کا پلندہ ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ انھوں نے اور ان کے جانشین مبلغوں نے قرآن کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے، کیونکہ عام طور پر وہ مخالفانہ منصوبوں کے زیر اثر ہوتے ہیں کم از کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے سلسلہ میں عدم تحمل کا شکار ہیں اس لئے کہ وہ قرآن مجید کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے تخیلات کی پیداوار یا وجدانی ادب کی حیثیت دیتے ہیں۔[۶۰]

اپنے دوسرے مقالوں 'قرآن اسلام میں'، 'احادیث اسلام میں'، وغیرہ میں گولڈسیک نے قرآن وحدیث پر سخت حملے کیے ہیں۔ اول الذکر ۱۹۱۲ء میں مدراس کرسچین سوسائٹی اور آخرالذکر ۱۹۱۹ء میں جیسور (بنگلہ دیش) سے شائع ہوا۔

اس کے بعد پارہ عم کا منظوم بنگالی ترجمہ اور ایک غیر مسلم کرن گوپال سنگھ (۱۸۸۵۔ ۱۹۴۲ء) کے نام سے شائع ہوا، جس کو سید محمد علی نے Bonik Union Press بونیک یونین پریس کلکتہ سے ۱۹۰۸ء میں طبع کر کے شائع کیا تھا۔ ۱۶ سال کے بعد ۱۹۲۴ء میں انٹالی Entally کلکتہ سے اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن منظرِ عام پر آیا۔ اس ایڈیشن کو ایم۔ موسیٰ کے نام معنون کیا گیا ہے۔

کرن گوپال سنگھ نے اپنے دیباچہ میں یہ ذکر کیا تھا اور پبلشر نے بھی اس بات کی تشہیر کی ہے کہ انھوں نے پورے قرآن کا منظوم ترجمہ مکمل کر لیا ہے۔ لیکن غالباً قارئین کی جانب سے ہمت افزائی کی کمی کی وجہ سے وہ اس کو شائع نہ کر سکے۔[۶۱]

اس کے بعد خوند کر ابوالفضل عبدالکریم (۱۸۷۵۔ ۱۹۴۷ء) کا ترجمہ پارۂ عم مع اصل عربی متن کے پہلی بار ۱۹۴۰ء میں ٹنگیل سے شائع ہوا۔[۶۲] اس کے تیسرے اضافہ شدہ ایڈیشن میں اہم توضیحی وتشریحی حواشی اور سرورق کے اندرونی صفحہ پر مولانا قاری محمد طیب[۶۳] اور سحبان الہند مولانا احمد سعید[۶۴] کے توصیفی اردو خطوط کا اضافہ کیا گیا ہے۔ پیشہ کے اعتبار سے عبدالکریم بی بی۔ سکنڈری اسکول ٹنگیل میں عربی وفارسی کے استاد تھے۔ انھوں نے اپنا ترجمۂ قرآن نہ صرف بنگالی نثر میں شائع کیا بلکہ منظوم شکل میں بھی شائع کیا۔ آخرالذکر ترجمہ نے بنگالی قارئین کے درمیان اتنی مقبولیت حاصل کی کہ ان کو ۱۹۳۶ء میں کلکتہ سے اس کا چوتھا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔[۶۵] اس میں اصل عربی متن اور بنگالی ترجمہ کے ساتھ ساتھ حواشی، تشریحات، فرہنگ اور توضیحات وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اپنے کچھ حواشی میں انھوں نے ابن ثابت کا حوالہ دیا ہے جو اور کوئی نہیں وہ خود ہیں، جس کا میں نے کسی دوسری جگہ ذکر کیا ہے۔[۶۶] اس کی ان غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے اس وقت کی برٹش حکومت نے اس کو انعامی کتاب شمار کیے جانے کی مستحق قرار دیتے ہوئے بچوں ونوجوانوں نیز لائبریری میں رکھے جانے کے لئے سفارش

کی۔ اس کو نصاب میں بھی شامل کیا گیا۔ مذکورہ سفارشس کی خبر کلکتہ گزٹ میں شائع ہوئی تھی[۶۷]

عبدالکریم کا بنگالی نثر میں پورا ترجمہ قرآن ۱۹۱۴ء سے مختلف جلدوں اور انداز میں شائع ہوتا رہا[۶۸]۔ اس کے ساتھ انھوں نے مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء) کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا۔ ہر سورہ کے شروع میں کعبۂ مقدس، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی تصاویر سے صفحہ کو مرصع و مزین کیا گیا ہے تاکہ قارئین اس کی دل کشی سے محظوظ ہوں۔ وہ اپنے ترجمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع اور موثر سیرت سے شروع کرتے ہیں، آخر میں انھوں نے قرآنی آیات کے رموز، کامل او قاف اور مختصر اوقاف کی ایک فہرست بھی دی ہے۔ مزید برآں خاتمہ کے طور پر انھوں نے ختم قرآن کی ماثور دعا، اذان درود، ثنا، التحیات وغیرہ درج کی ہیں۔ انھوں نے عربی حروف تہجی اور مؤکد ارکان کے بنگالی مساوی حروف وارکان کی ایک فہرست بھی مرتب کی ہے۔ کسی کسی مقام پر حواشی میں مختلف سورتوں کے اعمال کا خاص طور سے حوالہ دیتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی خاص کرم فرمائی تصور کرتے ہیں۔ ان کے بنگالی ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن بھی اصل عربی تن اور اس کے بنگالی ترجمہ پر مشتمل ہے۔ ان کی تینوں تخلیقات نے ان کی تفسیر کو دل کش اور اور اعلیٰ درجہ کی تفسیر بنا دیا ہے[۶۹]

ان کے ہم نام کریم بخش نے 'قواعد القرآن' لکھی، جو قواعد اور طریقہ تلاوت کے موضوع پر ہے۔ یہ کتاب دسمبر ۱۹۱۵ء میں نواکھالی سے شائع ہوئی[۷۰]

کریا Kariya کلکتہ کے رہنے والے ایک دوسرے منشی کریم بخش نے قرآن کے کچھ حصوں کا ترجمہ بنگالی زبان میں کیا تھا اور ساتھ میں اصل عربی تن کو عربی اور ساتھ ہی بنگالی رسم الخط میں بھی شامل کیا تھا۔ یہ پہلی بار ۱۹۱۶ء میں جنا گار روڈ Janagar Road انٹالی، کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔

مولانا ایم روح الامین (۱۸۸۲۔۱۹۴۵ء) کا بنگالی ترجمہ و تفسیر (قرآن) جزوی طور پر چار جلدوں میں حنفی پریس کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی جلد فروری ۱۹۱۸ء میں اور

آخری جلد ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی۔ چونکہ وہ قدامت پسند مسلمان تھے، لہذا ان کے مناظراتی اور متنازعہ فیہ نظریات بھی ان کی تحریروں میں جگہ پاگئے ہیں۔

فضل الرحیم چودھری (۱۸۹۶ - ۱۹۲۹ء) جو الا نیا Ullania تھانہ مہدی گنج ضلع باریسال کے رہنے والے تھے، مشکوٰۃ شریف (مولفہ علامہ شیخ ولی الدین الخطیب التبریزی) کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ فضل الرحیم ایم۔ اسحٰق چودھری کے بیٹے اور شیر بنگال اے۔ کے۔ ایم۔ فضل الحق کے داماد تھے، جنھوں نے اپنے ترجمۂ قرآن کے آغاز میں ایک قیمتی دیباچہ سپرد قلم کیا تھا۔

ترجمۂ مشکوٰۃ کے دوسرے ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۲۹ء میں فضل الرحیم نے اپنے آئندہ ترجمۂ قرآن کا ذکر کیا ہے، جو دو جلدوں میں پارہ اول تا پندرہ اور سولہ تا بیس بالترتیب ۱۹۳۱ء اور ۱۹۲۳ء میں منظرِ عام پر آیا۔ مذکورہ بالا تراجم کے برخلاف اس ترجمہ کے ساتھ اصل عربی متن شائع نہیں کیا گیا ہے۔

عبدالواثق صدیقی (۱۸۵۱ - ۱۹۴۷ء) ساکن بھنسولیا، بشیرہاٹ ۲۴ پرگنہ کا ترجمۂ قرآن جو صرف پارۂ عم پر مشتمل ہے، ایک جلد میں عربی متن، حواشی، فرہنگ، اور نادر توضیحی تعلیقات کے ساتھ شائع ہوا۔

بنگلہ دیش کے سب سے مشہور قومی شاعر قاضی نذرالاسلام (۱۸۹۹ - ۱۹۷۶ء) نے بھی قرآن کے پارہ عم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کامیاب منظوم ترجمہ کو ۲۷ نومبر ۱۹۳۳ء کو کریم بخش برادرس پریس کلکتہ سے زہرا خانم نے شائع کیا تھا۔ ان کا ارادہ قرآن کے دوسرے حصوں کا ترجمہ کرنے کا بھی تھا لیکن بدقسمتی سے یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکا۔ نذرالاسلام کی یہ کاوش اگرچہ بغیر عربی متن کے ہے لیکن اس میں ضروری حواشی، تاریخی پس منظر اور مفید تشریحات کو درج کیا گیا ہے۔

مولانا انیس الرحمٰن مرشدآبادی (۱۹۰۲ - ۱۹۷۸ء) نے قرآن پر جو کام کیا ہے اس کو دو جلدوں میں مقصود علی (ساکن ۵، باغ، اُستھی مومن شاہی) نے مومن شاہی آزاد پریس سے ۲۵ جون ۱۹۳۴ء میں شائع کیا تھا۔ یہ دونوں جلدیں اگرچہ بغیر عربی متن کے ہیں لیکن ان

میں قرآن سے متعلق قیمتی معلومات پیش کی گئی ہیں۔

مولانا ذوالفقار علی (۱۹۰۲ – ۱۹۸۰ء) ساکن سونا گاچھی، فنی، نواکھالی کے ترجمہ کی صرف پہلی جلد کو ن۔ رحمٰن اور ایچ حسین نے چٹاگانگ علوی پریس سے ۱۹۲۵ء میں شائع کیا۔ اس کو بنگالی میں ترجمہ کیا گیا لیکن اس کے لئے عربی رسم الخط اختیار کیا گیا تھا شاید اسی وجہ سے یہ منصوبہ ناکام ہوگیا۔ بعد کے زمانہ میں مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳ – ۱۹۴۲ء) کی اردو تفسیر 'بیان القرآن'، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۲ – ۱۹۷۹ء) کی 'تفہیم القرآن' اور مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ – ۱۹۵۸ء) کی 'ام القرآن' (تفسیر سورۃ فاتحہ) کو مکمل طور پر بنگالی زبان میں بالترتیب مولانا نورالرحمٰن، مولانا ایم۔ عبدالرحیم اور اختر فاروق نے ترجمہ کیا۔ جو مختلف مطابع سے مختلف اوقات میں شائع ہوئیں۔

قرآنی علوم کی خدمت میں نہ صرف مردوں کا حصہ ہے بلکہ بنگالی مسلم خواتین نے بھی اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ مثلاً رانی گلبدن بیگم[۱۱۴] سلطان جہاں بیگم[۱۱۵] وحیدہ خانم[۱۱۶] خدیجۃ النساء[۱۱۷] محمود النساء بیگم وغیرہ۔ اس سلسلہ میں حاتم خاں راج شاہی کی ایک بنگالی خاتون بیگم نور محل (۱۹۱۵ – ۱۹۷۳ء) قابلِ ذکر ہیں۔ ان کا پارۂ عمّ کا منظوم ترجمہ 'قرآن مکل' Quran Mukul کے عنوان سے کوہ نور الکٹرانک پریس اندرکلا چٹاگانگ سے ۱۹۶۸ء کے آخر میں شائع ہوا تھا۔ اس کو انھوں نے اپنے والد خان بہادر عمادالدین (۱۸۷۵ – ۱۹۲۵ء) کے نام معنون کیا تھا۔ بنگالی قارئین میں اس کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ[۱۱۸] بڑھتے ہوئے مطالبہ کی تکمیل کے لئے پے بہ پے اس کے متعدد ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔

میزان الرحمٰن (۱۸۹۷ – ۱۹۸۱ء) (ساکن موری چکندی، نچھارام پور، کوملا) کا ترجمہ جوگیش چندرداس نے نیو کراؤن پریس کلکتہ سے مارچ ۱۹۴۴ء میں شائع کیا تھا۔ ان کا کام دراصل منظوم قرآنی ترجمہ پر مشتمل ہے لیکن اس میں اصل عربی متن درج نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا محمد وافی کا نام لائق ذکر ہے۔ ان کا کام مع اصل عربی متن کے ایک جلد میں اے۔ ایم۔ شرف الدین احمد نے اسلامیہ پرنٹنگ پریس بابر سازر Babursazur

ڈھاکہ سے ۱۹۴۵ء میں شائع کیا تھا۔ عربی متن اور ساتھ ساتھ تشریحات پر مشتمل اس کام نے قارئین میں اتنی مقبولیت حاصل کی کہ مسلسل مطالبہ کی وجہ سے پے بہ پے اس کے چار ایڈیشن شائع کیے گئے۔ اس کو نصاب میں شامل کیا گیا اور ڈی۔ پی۔ آئی نے اس کو انعام اور لائبریری کے لئے بھی منظور کیا۔ مولانا وافی حاجی گنج کوملا کے رہنے والے تھے۔

ڈاکٹر ایم شہید اللہ (۱۸۸۵ - ۱۹۶۹ء) کے قرآن سے متعلق کام کو پہلی بار بوگرا پریس سے ۱۹۴۶ء میں شائع کیا گیا۔ اس کے بعد اس کے دو مزید ایڈیشن مع عربی متن کے مختلف جگہوں سے شائع ہوئے۔ اس کا باقی حصہ ابھی بھی مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔

مذکورہ بالا تمام تراجم و تفاسیر ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے سے قبل مکمل ہو چکے تھے۔ آزادیٔ ہند کے واقعہ نے نئی علمی و ادبی سرگرمیوں کو جنم دیا اور متعدد طباعتی منصوبوں اور مختلف طباعتی اداروں کے قیام کی راہیں ہموار کیں۔ جہاں تک بنگال کا تعلق ہے ۱۹۴۷ء میں مشرقی حصہ (اس وقت کے مشرقی پاکستان) اور مغربی بنگال (ہندوستان کا ایک صوبہ) میں تقسیم ہو گیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کے زمانہ میں، قرآن کے بنگالی تراجم کی ایک بڑی تعداد سامنے آئی ہے۔ ان تراجم کی ادبی خصوصیات سے عدم اطمینان کے باعث ایک ایسے معیاری بنگالی ترجمۂ قرآن کا مطالبہ زور پکڑتا گیا جو مطالعات قرآن اور زبان و بیان کے خصائص و امتیازات کے اعلیٰ ترین معیار پر پورا اترتا ہو۔ ملک کے ایک ترجمان نے ۱۹۶۲ء میں اسلامی اکادمی سے اس عظیم مقصد کی ذمہ داری قبول کرنے کی اپیل کی تھی۔ اس وقت کی اسلامی اکادمی (جو اب اسلامک فاؤنڈیشن ہے) نے اس چیلنج کو قبول کیا اور ممتاز علماء کی ایک جماعت کو مشترکہ طور پر اس منصوبہ پر کام کرنے کے لئے اکٹھا کیا۔ چنانچہ یہ ترجمۂ قرآن تین جلدوں میں ۱۹۶۷ء ۱۹۶۸ء اور ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ لیکن ڈاکٹر مفتخر حسین خاں کے بقول 'یہ نیا ترجمہ مایوس کن ہے، (اور) یہ لوگوں کی ان امیدوں و توقعات کو پورا نہیں کرتا جو انھوں نے اس سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ انھوں نے اور دوسروں نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس (ترجمہ) میں اتنی بھی وضاحت نہیں ہے جتنی کہ ان تراجم میں ہے جو علماء کی انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ اس ترجمہ میں بہت سے ایسے عربی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کے لئے بنگالی

مرادف الفاظ موجود ہیں۔ مختصراً یہ کہ زیر بحث ترجمہ قرآن عربی متن کی جامعیت و کمال سے انصاف کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس ردعمل کا سبب یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ بنگال میں قرآن کو ترجمہ کرنے کی انفرادی کوششیں ہمیشہ جاری رہیں گی جن میں اس کے آفاقی پیغام کا زیادہ مکمل اور بہتر انعکاس پایا جائے۔

اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کرنے کا عمل انیسویں صدی کے اوائل میں شروع ہو گیا تھا۔ اس وقت نہ صرف یہ کہ بنگالی مسلمانوں کی سماجی، سیاسی اور اقتصادی حالت انتہائی قابل رحم تھی بلکہ ان کی مذہبی اور ثقافتی حالت بھی ناقابل بیان حد تک افسوس ناک تھی۔ وہ مختلف قسم کے مشرکانہ اعمال اور عجیب و غریب بدعتوں میں مبتلا تھے، حتیٰ کہ ان کو مشرکانہ کاموں کو کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہ ہوتی تھی۔ سماج سے ان برائیوں کا قلع قمع کرنے اور مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کے لئے اس دور کے دوراندیش علما نے محسوس کیا کہ قرآن کو بنگالی زبان میں ترجمہ کرنے اور ان تراجم کو عوام کے درمیان بھرپور طریقہ پر رواج دینے سے ہی اس مرض کا علاج ہو سکتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے قرآن کے ان حصوں کے تراجم سے اپنا کام شروع کر دیا جن کو انھوں نے اصلاحِ معاشرہ کے لئے زیادہ ضروری اور اہم خیال کیا۔

صدی کے ربع آخر میں دوسرے مذاہب سے متعلق بعض شخصیات نے بھی مختلف مقاصد و مصالح کے تحت بنگالی زبان مین قرآن کے تراجم پیش کئے۔ مثال کے طور پر ہندوؤں نے قرآن کو بنگالی زبان میں اس لئے ترجمہ کیا کہ وہ اپنے تراجم کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم کو اپنے مذہب کی تبلیغ میں صرف کریں۔ جب کہ عیسائیوں نے قرآن کو بنگالی زبان میں اس لئے ترجمہ کیا کہ وہ قرآن کو کذب بیانی کا مجموعہ ثابت کریں اور اس طرح انھوں نے قرآن و بائیبل کا تقابلی مطالعہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن علماء کی چوکسی اور بروقت جوابات نے قوم کو منحرف ہونے سے بچا لیا۔

حواشی ومراجع

۱؎ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، مکتبہ وہبیہ، مصر ۱۲۸۰ھ ۳/۲۰۵، سعید احمد اکبرآبادی، صدیق اکبر، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۱ء، ص ۳۲۱، حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، سیرۃ الصدیق، ۱۳۳۹ھ (طبع سوم) ص ۲۰

۲؎ سورہ ہود ۱۱، ۴۷

۳؎ مقالہ مولوی عبدالحق، خاتون پاکستان کراچی، ۱۹۵۵ء ص ۲۸۵

۴؎ السرخسی، المبسوط، مطبعہ سعادہ، مصر ۱۳۲۴ھ ۱/۳۷۔ نیز ملاحظہ کریں:

J.D. Pearson, *Al-Kuran* (Translation of the Quran) New Edition, pp.429-32.

۵؎ بزرگ بن شہریار، کتاب عجائب الہند، تہران، ۱۹۶۶ء، ص ۲-۴، ڈاکٹر این۔ اے۔ بلوچ، پہلا ہندی ترجمہ قرآن برصغیر ہندوسندھ میں (تاریخی شہادت کی روشنی میں ایک تحقیقی مقالہ جو دوسری انٹرنیشنل قرآن کانگریس (منعقدہ ۱۳-۱۷ دسمبر ۱۹۸۴ء) میں پیش کیا گیا۔ مقالہ نگار کی تحقیقات بزرگ بن شہریار کے حق میں جاتی ہیں)۔

۶؎ تاریخ سندھ، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱/۱۱۵-۱۱۷، بزرگ بن شہریار، محولہ بالا، ص ۲-۴، جہان نو (بنگالی مجلہ) قرآن نمبر، ۱۹۶۸ء، ص ۶۲۔

Akbar Shah Najibabadi, Translation of the Koran, *The Muslim World*, (Hardford Seminary) Vol.5, 1915, pp.246-47.

7. J.D. Pearson, op.cit, pp.429-32; Mufakkhhar Husain Khan, *History of the Bengali Translations of the Holy Quran, The Muslim World*, Vol.72/12, 1982, pp. 129-36.

لطف الرحمٰن فاروقی، بنگلہ زبان میں قرآن کے تراجم و تفاسیر، المعارف (لاہور) جلد ۸، جولائی۔ اگست ۱۹۸۸ء۔

8. Dr. Zubaid Ahmad, *Contribution of India to Arabic Literature*, Lahore, 1938 (2nd ed.) p.39.

9. Zaki Veldi Togan, *The Earliest Translation of the Quran into Turkish*, Islain Tor Kikicri Enst. Dergisi, IV, 1964, pp.1-19, J.K. Birge, *Turkish Translation of the Koran, Muslim World, XXVIII*, 1938, pp.394-99.

10. Marmaduke Pickthall, *The Meaning of the Glorious Quran* New York, 1955, Vol. I (Translator's Foreword).

11. *The Islamic Review*, Woking (England), June. 1966.

12. *The Journal of Muslim World League* (Rabitah al-Islam) Makkah, viii/5, March, 1980.

13. Dr. M. Mujibur Rahman, *Islamy Sahitya Charchai Tasleemuddin*, Dhaka, May 1982, pp.14-20; *Monthly Quran*

Prochar, Calcutta, 24th year, 7th issue, Baisakh, 1379, p.162.

14. Nurul Islam Khairuddin, *Bangladesh Distt. Gazetteers, Rangpur*, Govt. Press, Dhaka, p.143; M. Rahman Basunia, *Rangpur Parichiti*, Rangpur, 197., pp.27-29.

۱۵ غلام اکبر علی، ترجمہ پارہ عم ص ۱-۲ (مع مقدمہ)

۱۶ دو بھاشی سے مراد وہ زبان ہے جو بنگال میں ہندو و مسلم تہذیبوں کے اختلاط سے وجود میں آئی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: Dr. Kazi A. Mannan, *Emergence and Development of Dobhashi Literature* Dhaka, 1966, P.III (Preface).

17. J.F. Blumhart, *Çatalogue of the Library of the India Office*, London, 1891, Vol. Pt.II, p.226.

18. *Bengal Library Çatalogue*, 1879, (2nd Quarter).

۱۹ قوسین کے مابین اضافہ خود مضمون نگار کا ہے

20. Abdul Qadir, *Islamic Academy Patrica* (Dhaka) April-June, 1961, pp.116-117:, Dr. M. Mujibur Rahman, *Bangla Bhashai History of Quran-Charcha*,. Islamic Foundation Press. Dhaka, 1968.

۲۱ رام موہن رائے کے قائم کردہ برہمنوں کے نرادو من فرقہ کے رہنما۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں:

P.C. Mazoomdar, *Life and Teaching of Keshab Chandra Sen*, Calcutta, 1901, pp.30,33.

22. *Bengal Library Catalogue*, 1982 (1st Quarter) S.No. 759-760, pp.2-3.

۲۳ مولانا اکرم خاں کثیر التصانیف اور بنگال میں مسلم صحافت کے بانی مبانی تھے۔ آفتاب الدین قادر پور، جیسور کے باشندے تھے۔ احمد اللہ کلکتہ مدرسہ کے بزرگ عربی کے استاد تھے اور مقیم الدین گریش بابو کے عربی وفارسی کے استاد اور نلگولہ، ڈھاکہ کے باشندے تھے۔

۲۴ ان خطوط کو خاص طور سے کتاب کے خاتمہ میں شامل کیا گیا ہے، بنگالی خطوط کو مکمل طور پر شائع کیا گیا اور انگریزی خطوط کو ان کے بنگالی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا گیا۔ یہ خطوط اس زمانہ کے بنگالی زبان کے رسائل میں شائع ہوئے تھے۔

۲۵ غالباً اس وقت رواج تھا کہ مصنف یا مولف کا نام کتاب پر شائع نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ ہم بعد کی دوسری کتابوں میں بھی دیکھتے ہیں۔

26. Bhai Girish Sen, *Bengali Translation*, Haraf Prakashani, Calcutta, 1979 (6th ed.) p.684.

27. *Bengal Library Catalogue*, 1882, (2nd quarter) S.No. 813, pp.4-5.

۲۸ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: مولانا ایم۔ اسرائیلی کا مضمون "گریش بابو کے ترجمہ قرآن کی غلطیاں" ہفتہ وار اہل حدیث، سال دوم، اکتوبر ۱۹۲۹ء ص ۹-۱۰۔ اس مضمون میں انھوں نے گریش چندر سین کے ترجمہ کا تنقیدی مطالعہ کرتے ہوئے ایک بڑا اچھا جائزہ لیا ہے۔

29. Girish Chandra Sen, *Translation*, Vol. III, p.1198 (Concluding portion)

30. Ibid.

31. Dr. K. A. Mannan, *Adhunik Bangla Sahitya Muslim Sadhna*, Dhaka 1969 (2nd ed.), p.24.

۳۲ دیکھئے گریش چندر سین کے ترجمہ کے آخر میں شائع شدہ خط کا آخری پیرا، حرف پرکاشنی، کلکتہ ۱۹۷۹ء چھٹا ایڈیشن) ص ۶۸۴

۳۳ دیکھئے مقدمہ از مولانا اکرم خاں، جلد اول (طبع چہارم)

34. Dr. Ata Karim Barq, *Indo-Iranica*, Vol.23, March-June, 197. (Silver Jublee No.) pp.1-5.

35. Banga Mihir, Asharh, 128.(Bengali era) p.99; *Bengal Museum Catalogue*, December, 1883 (2nd quarter).

36. Dr. K.A. Mannan, *Adhunik Bangla Sahitya Muslim Sadhana*, Dhaka, 1969 (2nd ed.) p.216 Abdur Rahim Khondakar, *Tagailer Itihas Tangail*, 1977 (Ist ed.) p.388.

37. Bengal Library Catalogue (2nd quarter), 1909; Dr. Abdul Ghaffar Siddiqui, *Masik Muhammadi* (Shiraban Issue) 1362, p.614.

۳۸ اس ترجمہ و تفسیر پر ایک ریویو اسلام پرچار نامی ماہانہ رسالہ (سال اول، شمارہ نمبر ۲ کارتک ۱۲۹۹ھ، ص ۱۰۰) میں شایع ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو پارہ ۱۲ کے سرورق کا اندرونی حصہ جس میں اس تفسیر سے متعلق تفصیلی بحث موجود ہے۔ نعیم الدین کے بنگلہ تفسیر کی تمام جلدیں قرآن کلاس لائبریری، چپائی نواب گنج، راج شاہی میں دستیاب ہیں، اور غلام مرشد مختار کی عنایت سے مجھے ان سب کو پڑھنے کا موقع ملا۔

39. Munshi Shaikh Zamiruddin, M. Najmuddin, *Islam Procharak* (Calcutta), Sep-Oct. 1901; 4th year, Third & Fourth issue; Dr. Anisuzzaman, *Muslim Manas-O Bangla Sahitya*, Dhaka, 1964, p.230; Abdul Qader, *Akhbar-e-Islami O Bangla Unnayan Board Patrika*, Ist Year. (Sharat Issue), 1357, pp.157-158

40. *Bengal Library Catalogue of Books* (3rd quarter) 1889; *Mymensingher Sahitya O Sanskriti*, Momonshahi, district Board 1978, p.42B.

41. Prof. M. Idris Ali, ISLAM TATTA, *Masik Mahe Nao*, June, 1954, p.45; Khondakar Sirajul Haq, *Shaikh Abdur Rahim, Sahityiki*, Rajshahi Univ. 1972. 1972, pp.9-10, Brajendra Nath Bandapadhya, *Bangla Samoik Patra*, Calcutta, 1952 (2nd ed.) Vol.II, p.57.

42. Prof. M. Idris Ali, *Muhammad Riyazuddin*, Dhaka, 1956, pp. 34-35, Dr. K.A. Mannan, *Adhunik Bangla Sahitya Muslim Sadhna*, op.cit; p.234.

43. *Bengal Library Catalogue*, (2nd quarter), 1913.

44. Ibid.

45. M. Abdur Rahman, *Monshi Maulana Akram Khan*, Calcutta, 1980 (Ist ed.) pp.35-36.

۴۶ ان کی تفسیر کا نام 'البحر المحیط' ہے جسے انھوں نے دمشق میں قید کے دوران ۴۰ جلدوں میں مرتب کیا (رحلہ ابن بطوطہ، بیروت ۱۹۶۴ء، ص ۹۵۔ ایچ۔ اے۔ آر۔ گب، سفرنامہ (انگریزی) ص ۶۷، ڈاکٹر سراج الحق، امام ابن تیمیہ اور ان کے اصلاحی منصوبے، ڈھاکہ، ۱۹۷۲ء طبع اول) ص ۱۶-۱۹ -
(بنگالی ترجمہ: ڈاکٹر مجیب الرحمٰن' اسلامک فاؤنڈیشن، ڈھاکہ)

۴۷ سید قطب شہید نے اپنی تفسیر فی ظلال القرآن" اپنی گرفتاری سے قبل ۱۹۵۴ء میں تالیف کرنی شروع کی تھی اور قید کے دوران اس کی ۸ جلدیں مکمل کیں۔ ملاحظہ کریں یوسف الاعظم' الشہید سید قطب ص ۲۷، ۳۰، ۳۵، اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلام میں عدل اجتماعی التعارفی حصہ)

۴۸ انھوں نے موضوع کے اعتبار سے قرآنی آیات کو قید خانہ میں مرتب کیا اور اسے اردو ترجمہ کے ساتھ ۱۹۲۹ء میں خلافت پریس بمبئی سے شائع کیا، اس تالیف کا نام کتاب الہدیٰ ہے۔ اس کا مقدمہ کشف الہدیٰ کے نام سے مدراس سے شائع ہوا تھا (سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر ۱۹۷۰ء ص ۹۳۲

۴۹ ان کی تفسیر کا نام ترجمان القرآن ہے۔ اس کی اولین جلد (ام القرآن) کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر ایس۔ اے لطیف نے کیا تھا جو ایشیا پبلشنگ ہاؤس بمبئی سے شائع ہوا ہے۔ بنگالی زبان میں اس کا ترجمہ اختر فاروق نے کیا تھا جو بنگلا اکیڈمی ڈھاکہ سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔

50 Bengal Library Catalogue. op.cit., Masik Muhammadi 3rd issue, 6th year, Poush, 1339 & 4th issue 12th year, Magh 1345.

51. Muhammad Mudabbir, *Sangbadiker Roznamcha*, Dhaka, Sep 1977 (Ist ed.) p.244

52. A.K. Shamsuddin, *Otit Diner Smriti*, Dhaka, 1968, (Ist ed.) p.354, Shamsul Haq, *Bangla Sahitya*: Grantho Ponji, Dhaka, 1970, p.195.

53. Mansuruddin, *Bangla Sahitya Muslim Sadhna*, Dhaka, 1964, pp.61-62.

54. Maulana A. Sattar, *Tafsirer Name Satyar Apolap* Ist ed., pp.6,9,12,14; Maulana Azizul Haq, *Pobitro Quraner Apa Bakhabya*, Ist ed. pp.7,10,13,19.

55. Dr. M. Inamul Haque, *Purva Pakistane Islam*, Dhaka, 1948, pp.144-150; Dr. Mufakhkhar Hussain Khan, *History of Printing in Bengal Character upto 1866*, PhD Thesis University of London, 1976; Dr. M. Mujibur Rahman, *Bangla Bashai Quran Charcha*, Dhaka, 1986, pp.84-91.

۵۶ ڈاکٹر ایم مجیب الرحمن، سرزمین بنگلہ دیش میں اسلام کی چند جھلکیاں، جریدہ ترجمان (پندرہ روزہ) دہلی، ۱۶؍ اگست ۱۹۸۹ء ص ۷-۸۔

57. *Bengal Library Catalogue*, 1908 (2nd quarter)

58. Jagindra Nath Samoddar & R.R. Roy, *Sahitya Panijika* Calcutta, 1915, p.104; Dr. Ashraf Siddiqi, Taslimuddin, *Monthly Muhammadi*, Dhaka, 1955, p.133; Mansurddin Ahmad, op.cit., p.107, Dr. M. Mujibur Rahman, *Islami Sahitya 'Charachai Tasleemuddin*, Dhaka, 1982, pp. 12,13,16.

۵۹ محمد عبداللہ مہناس، قرآن مجید کے تراجم، سیارہ اردو ڈائجسٹ، قرآن نمبر (لاہور)، ۱۹۶۹ء ۲/ ۶۳۷

60. Maulana Yad Ali, *Masik Shariat-i-Islam*, Ist issue Magh, 1332, p.II, *Bengal Library Catalogue of Books*, 1907 (Ist quarter), 1914 (4th quarter).

61. *Masik Madinah* (Special Quran issue), Feb., March 1968, p.292.

62. Dr. Mujibur Rahman, A.F.Abdul Karim, *Masik Quran Procher* (Calcutta) 24th year, Baisakh, 1379, pp.162,164.

۶۳ مہتمم دارالعلوم، دیوبند (انڈیا)

۶۴ ان کے اردو ترجمہ وتفسیر قرآن کشف الرحمن وتیسیر القرآن وتسہیل البیان کے نام سے دینی بک ڈپو، اردو بازار دہلی سے ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئے، ان کا دوسرا شاہکار فاتحۃ الکتاب ہے جس میں انھوں نے سورہ فاتحہ کی ترجمانی وتشریح کی ہے (سیارہ اردو ڈائجسٹ، قرآن نمبر محولہ بالا، ص ۹۱۰

65. A.F. Abdul Karim, *Yusufjaeer Sanshkipta Jibonee* (1864-19), Calcutta, 1937. (Introductory Portion)

۶۶ یہ اطلاع اے۔ ایف عبدالکریم کے بیٹے ڈاکٹر کے۔ این۔ اسلام (گرین روڈ، ڈھاکہ) کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے، نیز دیکھئے: Dr. M. Mujibur Rahman, *A.F. Abdul Karim*, op.cit pp.161,163,167

67. *Education Gazette*, Calcutta, 1324(Bengali era); Shri Jagindra Nath Samoddar & R.R. Roy, *Sahitya Ponjika*, Calcutta, 1922, p.95.

68. *Bengal Library Catalogue of Books*, 1929-30(2nd & 3rd quarter).

69. A.F.Abdul Karim, *Padyanubad Ampara*, op.cit., (Ist Introductory Portion and the last inner title page)

70. A.F.Abdul Karim, *Kabyanubad Ampara*, op.cit., p.42.

71. *Bengal Library Catalogue of Books*, 1938-1939(2nd & 3rd quarters).

72. *Masik Muhammadi*, Book Review, 11th year, 2nd issue, Bhadra, 1345, p.793.

73. Moezuddin Hamidi, *Karmabir Maulana Ruhul Amin*, p.103; A.G.M. Shahidul Islam, *Maulana Ruhul Amir, Calcutta Madrasah Magazine*, 1975-76, pp.4-7.

74. Moulvi Muzaffar Ahmad, *Ullania Kahiry*, pp.31-37; *Masik al-Islam*, 8th issue, Agrahayan, 1915; *Masik Sasgat* Magh, 1326, pp.180-185.

۷۵ ان کی تفسیر پہلے مسلسل اورنٹیل کالج میگزین (پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۳۳ء، ص ۹۵-۹۹) میں چھپی تھی۔ بعد میں پھر یہ کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ یہ پروفیسر شیروانی کی ذاتی لائبریری میں دستیاب ہے (سیارہ اردو ڈائجسٹ، قرآن نمبر، محولہ بالا، ۲/۹۳۷، ڈاکٹر عبدالحق، قاموس الکتاب اردو ۱/۴۹

۷۶ نواب بھوپال اسٹیٹ۔ ان کی تصنیف مدارج القرآن بھوپال سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی (ڈاکٹر عبدالحق، قاموس الکتب اردو ۱/۱۱۵۔

۷۷ یہ بمبئی کی رہنے والی ہیں۔ انھوں نے قرآنیات پر اردو میں کافی لٹریچر شائع کیا ہے۔ ان کی کتابوں میں مسائل القرآن، مطالب القرآن، فوائد القرآن، ترسیل القرآن واساس القرآن قابل ذکر ہیں۔ یہ سبھی کتابیں بنگلور (بمبئی بازار) سے شائع ہوئی ہیں (قاموس الکتب اردو، ص ۱۲۳)

۷۸ انھوں نے قرآنیات کے مختلف پہلو پر قیمتی مقالات لکھے جو برصغیر کے اہم مجلات میں شائع ہوئے ہیں (خاتون پاکستان، کراچی، قرآن نمبر ۱۹۶۵ء ۱/۱۹۳)

۷۹ انھوں نے اردو میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور اسے لاہور سے شائع کیا (سیارہ اردو ڈائجسٹ لاہور قرآن نمبر ص ۹۵۰۔

80. Dr. M. Mujibur Rahman, *Masik Nida-i-Islam* (Calcutta) Sep.-Oct. 1973, p.72; Begum Noor Mahal. *Quran Mukul* (Introduction).

81. Dr. Mufakhkhar Husain Khan. "A History of Bengali Translations of the Holy Quran", *The Muslim World*, Vol.XXXII, pp. 115-36.